ابو سعید حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

تقریر

تقریر بابت اخلاقیات

وقت 5–7 منٹ

انسانی قویٰ اور ملائکہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (التحریم:7)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اُس پر بہت سخت گیر قوی فرشتے (مسلط) ہیں۔ وہ اللہ کی، اُس بارہ میں جو وہ انہیں حکم دے، نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو وہ حکم دیئے جاتے ہیں۔

جو متقی ہے اُس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذاب سعیر ہے
جڑ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتقا
جس کی یہ جڑ رہی ہے عمل اُس کا سب رہا

(درثمین)

معزز سامعین! آج مَیں نے اپنی تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس ارشاد سے لیا ہے جس میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”انسانی قویٰ بھی ایک طرح ملائکہ ہی کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ جیسے ملائکہ کی شان ہے کہ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (النحل:51) اِسی طرح پر انسانی قویٰ کا خاصّہ ہے کہ جو حکم اُن کو دیا جائے، اُن کی تعمیل کرتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 172-173 ایڈیشن 2016ء)

اصل مضمون کی طرف بڑھنے سے قبل قویٰ اور ملائکہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی جاننے ضروری ہیں۔ قویٰ، قوت سے ہے جس کے معنی قوتیں، طاقتیں، توانائیاں اور عملی صلاحیتیں ہیں۔ دوسرے معنی اعضاء و جوارح اور حواس کے ہیں۔ لغات میں لکھا ہے کہ قویٰ سے انسان کی پانچ حسّیں بھی مراد لی جاتی ہیں جو کہ یہ ہیں دیکھنا، سننا، چکھنا، سونگھنا اور چھونا۔ نیز سوچنے سمجھنے کی صلاحیت، یادداشت، عقل و فہم، جذبات بھی مراد ہیں۔ اِن قویٰ میں تمام اعضائے انسانی مراد ہیں تاہم دل و دماغ، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ اہمیت رکھتے ہیں۔

جہاں تک ’ملائکہ‘ کا تعلق ہے بعض اسے اَلَکَ اور بعض مَلَكٌ کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ اگر اَلَکَ سے لیں تو اس کے معنی پیغام رسانی کے ہوں گے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آتے ہیں اور مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ دوسری قسم کے محققین اِس کا مادہ مَلَكٌ سمجھتے ہیں۔ جس کے معنی قوت کے ہیں۔ راغب نے لکھا ہے کہ ملائکہ دراصل مَالَكٌ ہے۔ فرشتوں میں سے جن کے سپرد انتظامات کیے جاتے ہیں اُن کو مَلَکٌ کہتے ہیں اور انسانوں میں سے جو تدبیر امور کرتے ہیں اُنہیں مَلِكٌ کہا جاتا ہے۔ جو غیر مرئی مخلوق ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے درمیان رابطے کا کام کرتی ہے۔ ملائکہ پر ایمان اجزائے ایمان کا حصہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا جس کے کپڑے بہت سفید تھے اور بالوں کا رنگ بہت سیاہ تھا اُس پر سفر کی کوئی علامت دکھائی نہیں دیتی تھی اور نہ ہم میں سے کوئی اُسے پہچانتا تھا۔ وہ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے کے

ساتھ اپنا گھٹنا ملا کر (مؤدب) بیٹھ گیا اور عرض کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے، یوم آخرت کو مانے اور خیر اور شر کی تقدیر اور اس کے صحیح صحیح اندازے پر یقین رکھے۔

(ترمذی کتاب الایمان از حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 166)

جب یہ آدمی چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا۔ جانتے ہو، یہ کون تھا۔ صحابہ نے جب نفی میں جواب دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ جبرائیل تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر فرشتوں کی صفات بیان کی ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (النحل:51) کہ جو کچھ اُنہیں کہا جاتا ہے وہ کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرشتوں کی اِس صفت کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے جو ملائکہ کی تعریف کی ہے وہ ہر ایک ذرّہ ذرّہ پر صادق آسکتی ہے ....ویسے ملائکہ کی نسبت فرمایا يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ اِس کی تشریح نسیم دعوت میں خوب کر دی ہے۔ ہر ایک ذرّہ ملائکہ میں داخل ہے۔ اگر اِن اعلیٰ کی سمجھ نہیں آتی تو پہلے اِن چھوٹے چھوٹے ملائک پر نظر ڈال کر دیکھو۔ ملائکہ کا انکار انسان کو دہریہ بنا دیتا ہے۔"

(الحکم 24/ اپریل 1903ء صفحہ 9)

پھر حضور علیہ السلام یہ چھوٹے چھوٹے ملائک بننے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اہل اللہ کہتے ہیں کہ جب انسان عابد کامل ہو جاتا ہے اس وقت اس کی ساری عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں پھر خود ہی اس جملہ کی شرح کرتے ہیں کہ اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز روزہ معاف ہو جاتا ہے۔ نہیں! بلکہ اِس سے یہ مطلب ہے کہ تکالیف ساقط ہو جاتی ہیں یعنی عبادات کو وہ ایسے طور پر ادا کرتا ہے جیسے دونوں وقت روٹی کھاتا ہے۔ وہ تکالیف مدرک الحلاوت اور محسوس اللذات ہو جاتی ہیں۔ پس ایسی حالت پیدا کرو کہ تمہاری تکالیف ساقط ہو جائیں اور پھر خدا تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور نہی سے بچنا فطرتی ہو جاوے۔ جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے تو گویا ملائکہ میں داخل ہو جاتا ہے جو يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ کے مصداق ہیں۔"

(الحکم 30/ اپریل 1903ء صفحہ 5)

حضور علیہ السلام اِن چھوٹے چھوٹے ملائک کی تشریح میں صحابہؓ کی مثال دے کر فرماتے ہیں:

"دس ہزار صحابہ کو پہلی کتابوں میں ملائکہ ہی لکھا ہے اور حقیقت میں اُن کی شان ملائکہ ہی کی سی تھی۔"

(الحکم 17 اگست 1901ء صفحہ 2)

سامعین! اِس تمہید کی روشنی میں مَیں آپ سامعینِ کرام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُس ارشاد کی طرف لے کر جانا چاہتا ہوں جسے مَیں نے عنوان کا حصّہ بنایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی قویٰ بھی ملائکہ کا درجہ رکھتے ہیں جو ملائکہ کی طرح يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ پر عمل کرتے ہوئے جو بھی حکم اُن کے اعضاء کو ملے وہ اُن پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قویٰ دے کر اُسے ایک خوبصورت سانچے میں ڈھال کر مختلف نعمتوں سے اس کو مزیّن کیا ہے، ان نعمتوں میں ایک اہم ترین آنکھوں کی نعمت ہے، اسی آنکھ سے دنیا کی رنگینی، اس کی لطافت اور ہر چیز کا حسن و جمال دیکھا جاتا ہے اور جو ان آنکھوں سے محروم ہو جائے پوری دنیا اس کے سامنے تاریک ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ البلد آیت نمبر 9 میں فرماتا ہے کہ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ یعنی کیا ہم نے اُس کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ جب اللہ نے آنکھ جیسی عظیم نعمت دی ہے تو اس کے کچھ حقوق بھی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: وَاِنّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حقًّا (صحیح البخاری:1874، صحیح مسلم:1159) یعنی تمہارے اوپر آنکھوں کے حقوق ہیں۔ ان حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اپنی آنکھوں کو شہوتوں اور فحش کاموں سے بچائیں، ان بیش قیمت آنکھوں سے صرف جائز چیزوں کو دیکھیں اور راہ چلتے آنکھوں کا حق یہ ہے کہ نگاہ نیچی کر کے چلیں یعنی اپنی آنکھ کو اس چیز کو دیکھنے سے روکے رکھیں جس کا دیکھنا منع ہے۔ یعنی بلاوجہ نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو دل کا آئینہ بنایا ہے۔ جب آدمی اپنی آنکھوں کو غلط کاموں سے جھکا لیتا ہے تو اس کا دل یقیناً شہوت اور تکمیل ارادہ کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ قرآنِ کریم نے چودہ سو سال پہلے یہ حکم دیا کہ بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ یہ تمہیں بے حیا بنا دیں گی۔ تمہیں خدا سے دُور کر دیں گی، دین سے دُور

کر دیں گی۔ پاکبازی ایک مؤمن کا لازمی اخلاقی وصف ہے اس لئے انسان کو ہر ایسی چیز سے دُور رہنا ہے جو اسلام کی حیا سے متعلق تعلیمات کے منافی ہے۔ اگر ہم اس کام میں کامیاب ہو جائیں تو حقیقت میں روحانی ترقیات حاصل کر سکتے ہیں اور فرشتوں کی طرح زندگی گزار سکتے ہیں۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سَمْعَ وَبَصَر یعنی سننے اور دیکھنے کا ذکر کئی جگہ پر کیا ہے۔ انسان کو زمین پر گزر بسر کرنے کے لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں اُن میں سے ایک نعمت کانوں سے سننا بھی ہے۔ اِس نعمت کا جائز استعمال بھی ضروری ہے اور ہم سے اِس کی باز پُرس بھی ہو گی۔ تو اب یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اچھا سنتے ہیں یا بُرا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَا تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَاَنۡتُمۡ تَسۡمَعُوۡنَ (الانفال:22) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے کہا تھا ہم نے سن لیا جبکہ در حقیقت وہ سن نہیں رہے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اُس کی اور اُس کے رسول کے احکامات کو پوری طرح سُنیں اور اُن پر عمل کریں اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہوں جو ایک کان سنتے ہیں اور دوسرے سے نکال دیتے ہیں یعنی نیکی کی باتوں کو نہ غور سے سنتے ہیں اور نہ ہی اُن پر عمل کرتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں تم کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، بات سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ الغرض اطاعت کا کانوں کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ وعظ و نصیحت اور خطبات و دروس وغیرہ کانوں سے سُنے جاتے ہیں اور پھر ان نیک باتوں کو عملی شکل پہنائی جاتی ہے۔ بہت سے اخلاقیات کا تعلق بھی کانوں سے ہے۔ ارد گرد کے ماحول سے نیکی کی باتیں جو سننے کو ملتی ہیں تو ان پر فوراً عمل کرنے کی فکر ہو تو اخلاقیات بہتر ہوتے ہیں۔ پس لازم ہے کہ ہم فرشتوں کی طرح اطاعت کو شیوا بنائیں۔ اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

سامعین! قوائے انسانی میں سے ایک قوّت ہماری زبان ہے جو ہمارے کردار کا عکس ہے۔ انسان چاہے تو اپنی زبان سے اچھی اور نیک بات کرے اور چاہے تو کوئی بھی فحش اور بُری بات کر کے اپنے ہی ساتھیوں کی دل آزاری کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی فطرت بھی ہر اس کام سے دور رہنا پسند کرتی ہے کہ جو اس کی طبیعت کے موافق نہ ہو، لیکن شیطان اپنی ذمہ داری بخوبی انجام دیتے ہوئے انسان کو فحش گوئی اور بد کلامی پر آمادہ کرنے کے لیے مستقل کوشش کرتا رہتا ہے۔ اب یہ بندہ مؤمن کا امتحان ہے کہ وہ اپنے آپ کو شیطانی امر کا پابند بناتا ہے یا اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے تمام اعضاء اس کی زبان سے التجاء کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈر ہم بھی تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی ہو گی تو ہم سے سیدھے ہوں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم سب بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

(جامع ترمذی کتاب الزھد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"زبان وجود کی ڈیوڑھی ہے اور زبان کو پاک کرنے سے گویا خدا تعالیٰ، وجود کی ڈیوڑھی میں آجاتا ہے۔ جب خدا، ڈیوڑھی میں آگیا تو پھر اندر آنا کیا تعجب ہے؟"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 245-246 ایڈیشن 1984ء)

پھر چوتھے نمبر پر مَیں دل کی مثال دیتا ہوں۔ انسانی زندگی میں بہت سی بُرائیاں آنکھ اور کان سے شروع ہوتی ہیں اور دل اُن کو فائنل کرتا ہے۔ انسان عموماً صرف ظاہری چیزوں کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے اندر پلنے والی باتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا ہوتا ہے۔ کسی ظاہری گناہ سے پہلے ایک نظر تھی جسے اجازت دی گئی، دل میں ایک خیال تھا جسے بڑھایا گیا، ایک پیغام تھا جسے روکنا چاہیے تھا۔ گناہ ایک دم نہیں آتا، وہ پہلے دماغ اور دل میں جگہ بناتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دل کو ایک نہر سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" دل کی مثال ایک بڑی نہر کی سی ہے جس میں سے اور چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں جن کو سوا کہتے ہیں یا راجباہا کہتے ہیں۔ دل کی نہر میں سے بھی چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں مثلاً زبان وغیرہ۔ اگر چھوٹی نہر یعنی سوئے کا پانی خراب اور گندہ اور میلا ہو تو قیاس کیا جاتا ہے کہ بڑی نہر کا پانی خراب ہے۔ پس اگر کسی کو دیکھو کہ اس کی زبان یا دست وپا وغیرہ میں سے کوئی عضو ناپاک ہے تو سمجھو کہ اُس کا دل بھی ایسا ہی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 459)

فرمایا:

"حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر قلب کی اصلاح ہو جاوے، تو کُل جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اور یہ کیسی سچی بات ہے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ جس قدر اعضاء ہیں، وہ دراصل قلب کے ہی فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔ ایک خیال آتا ہے، پھر وُہ جس عضو کے متعلق ہو وُہ فوراً اس کی تعمیل کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ غرض اس خانہ کو بتوں سے پاک وصاف کرنے کے لئے ایک جہاد کی ضرورت ہے اور اس جہاد کی راہ میں تمہیں بتاتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے، تو ان بتوں کو توڑ ڈالو گے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 172۔173 ایڈیشن 2016ء)

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں:

"انسان کے تمام اعمال کا منبع اس کا دل ہے اگر انسان کے دل میں نیک اور پاکیزہ جذبات ہوں گے تو اس کے سارے اعمال لازماً نیکی کے رستہ پر چلیں گے لیکن اگر دل کے جذبات ناپاک اور گندے ہوں گے تو اعمال بھی لا محالہ گندے رستہ پر پڑ جائیں گے کیونکہ دل کے جذبات بیج کا رنگ رکھتے ہیں اور عمل وہ درخت ہے جو اس کے بیج سے پیدا ہوتا ہے۔ پس اصلاح کے لئے اصل فکر دل کی ہونی چاہیے... حق یہی ہے کہ انسان کا دل اُس کے تمام نیک اعمال کا منبع اور مولد ہے۔ اگر دل ٹھیک ہو تو ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور آنکھ کے اعمال خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن اگر دل گندہ ہو تو انسان کے ہر عمل میں گندگی اور نجاست کی بو پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔"

(چالیس جواہر پارے صفحہ 115-116)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جیسے ملائکہ کی یہ شان ہے کہ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (النحل:51) اسی طرح پر انسانی قویٰ کا خاصّہ ہے کہ جو حکم ان کو دیا جائے، اُس کی تعمیل کرتے ہیں۔ ایسا ہی تمام قویٰ اور جوارح حکمِ انسانی کے نیچے ہیں۔ پس ماسوِیٰ اللہ کے بتوں کی شکست اور راستیصال کے لئے ضروری ہے کہ اُن پر اسی طرح سے چڑھائی کی جائے۔ یہ لشکر تزکیۂ نفس سے تیار ہوتا ہے اور اسی کو فتح دی جاتی ہے جو تزکیہ کرتا ہے، چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس:10) حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر قلب کی اصلاح ہو جائے، تو کل جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور یہ کیسی سچی بات ہے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ جس قدر اعضاء ہیں، وہ دراصل قلب کے ہی فتوے پر عمل کرتے ہیں۔ ایک خیال آتا ہے، پھر وُہ جس عضو کے متعلق ہو وُہ فوراً اس کی تعمیل کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کی بادشاہت کے ساتھ تعلق رکھنے والے تمام احکام ایک کامل اور مکمل شریعت کے رنگ میں انسان کو دیئے گئے۔ خدا تعالیٰ کا حکم کائنات میں چلتا ہے۔ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ جو خدا اُنہیں کہتا ہے وہی کرتے ہیں لیکن کائنات کا ایک حصہ جو آزاد رکھا گیا تھا اس کی ہدایت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے سامان پیدا کیا۔ اُس نے انسان کو کہا کہ تیری مرضی ہے تو اِس پر عمل کر اور تیری مرضی ہے تو نہ کر۔ لیکن اس کے لئے یہ کہنے کی ذرّہ بھر گنجائش نہیں چھوڑی کہ اے خدا! جس طرح تو نے اس عالمین میں اپنے کامل حکم کے ساتھ خلق کا سلسلہ قائم کیا اور پیدائش کی اور اپنی صفات کے جلوے ان کے اندر رکھے۔ اسی طرح تو نے ہمارے لئے ایک کامل کتاب کیوں نہیں بھیجی بلکہ جب انسان اس کا حامل ہونے کے قابل ہو گیا تو ایک کامل کتاب اس کو دے دی گئی۔"

(خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ 471)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کمال عابد انسان کا یہی ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللهِ- اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں رنگین ہو جاوے جب تک اِس مرتبہ تک نہ پہنچ جائے نہ تھکے نہ ہارے۔ اِس کے بعد خود ایک کشش اور جذب پیدا ہو جاتا ہے جو عبادت الٰہی کی طرف اُسے لئے جاتا ہے اور وہ حالت اُس پر وارد ہو جاتی ہے جو يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ کی ہوتی ہے۔"

(الحکم 24 مئی 1901ء صفحہ 4)

"ہماری طرف سے تو یہی نصیحت ہے کہ اپنے آپ کو عمدہ اور نیک نمونہ بنانے کی کوشش میں لگے رہو جب فرشتوں کی سی زندگی نہ بن جاوے تب تک کیسے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی پاک ہو گیا۔ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ فنا فی اللہ ہو جانا اور اپنے سب ارادوں اور خواہشات کو چھوڑ کر محض اللہ کے ارادوں اور احکام کا پابند ہو جانا چاہیے کہ اپنے واسطے بھی اور اپنی اولاد، بیوی، خویش و اقارب اور ہمارے واسطے بھی باعث رحمت بن جاؤ۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 60)

سامعین! اگر انسان بھی فرشتوں کی طرح اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی اطاعت کرے اپنے تمام قویٰ، تمام اعضاء اُس کی رضامندی اور اُس کے احکام کے مطابق استعمال میں لائے تو اللہ تعالیٰ اُس کو ایک نور سے نوازتا ہے جو اُس کے تمام جسم میں سرایت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو اُس کی مدد کے لیے بھیجتا ہے اور وہ بھی اُس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے لیے اتقا کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دے گا۔ وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلوگے۔ یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آجائے گا۔ تمہاری عقل میں بھی نور ہوگا اور تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہوگا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہوگا اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہوگا اور جن راہوں میں تم چلوگے وہ راہ نورانی ہو جائیں گی۔ غرض جتنی تمہاری راہیں، تمہارے قویٰ کی راہیں، تمہارے حواس کی راہیں ہیں وہ سب نور سے بھر جائیں گی اور تم سراپا نور میں ہی چلوگے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 177-178)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بنیادی صفات پر جو ایمان لانے والے ہیں اور ایمان لانے کے بعد توبہ کی طرف توجہ کرنے والے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور نیک اعمال بجالانے والے ہیں ان کے لئے فرشتے بھی دعا کرتے ہیں خاص طور پر وہ فرشتے جن کے ذمہ خدا تعالیٰ نے اِن صفات کو انسانوں پر جاری کرنے کے لئے لگایا ہے۔ ہر فرشتہ جس کے ذمہ متعلقہ صفت ہے خدا تعالیٰ سے اِس صفت کے حوالے سے دعا کرتا ہے۔ اُن لوگوں کے لئے بخشش طلب کرتا ہے جو ایمان لانے کے بعد پھر اس کوشش میں ہیں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور ہمیشہ توبہ کرتے ہوئے اور نیک اعمال بجالاتے ہوئے اُس قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں اور شیطان کے حملوں سے بچے رہیں۔ اسی طرح جو اِن فرشتوں کے ماتحت فرشتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کا جو نظام ہے اس میں ماتحت فرشتے بھی ہیں ان صفات کو جو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں ان کے نیچے جو کام کر رہے ہیں وہ بھی ان بندوں کے لئے بخشش طلب کر رہے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں گویا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے اعمال کو زیادہ سے زیادہ اجر دینے کے لئے اپنے فرشتوں کے نظام کو بھی متحرک کیا ہوا ہے کہ میرے ان بندوں کے لئے بخشش طلب کرتے رہو جس سے جہاں اُن کے اجر بڑھتے رہیں گے وہاں اُن کو اِن فرشتوں کی بخشش مانگنے کی وجہ سے ہمیشہ نیک اعمال اور توبہ کی توفیق بھی ملتی رہے گی۔ بندہ جو ہے لغزشوں اور غلطیوں سے پُر ہے۔ اگر لغزشیں ہوتی رہیں اور کہیں غلطی سے عارضی ٹھوکر لگ جائے، جان بوجھ کر انسان غلطیاں نہ کرتا چلا جائے تو یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کو اس کی رحمت کا واسطہ دے کر کہتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے علم کا واسطہ دے کر کہتے ہیں جو بے کنار ہے، جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے کہ انہیں بخش دے اور آئندہ بھی یہ لوگ تیری پیروی کرتے ہوئے تیری بخشش سے حصہ لیتے رہیں۔“

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 217-218)

پھر پیارے حضور فرماتے ہیں:

”خوش قسمت ہوں گے ہم میں سے وہ جو اِس مقام کو حاصل کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا قبضہ ہمارے ہر قول و فعل پر ہو۔ ہمارا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ہو۔ ہمارا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا غرضیکہ ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہو۔ جب یہ ہوگا تو پھر ہی ہم اللہ تعالیٰ کے نور سے حصہ لینے والے ہوں گے۔ دنیا کی چکاچوند کے بجائے ہمارا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوگا تب ہی ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں گے۔ ہم ایک کوشش کے ساتھ اپنا عہد نبھانے والے ہوں گے۔ اگر یہ پاک تبدیلی ہم اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی خواہش نہیں رکھتے اور اس کے لیے کوشش نہیں کرتے تو ہمارے دعوے غلط ہیں... پس ہمیں ہر وقت اس سوچ کے ساتھ اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کیا ہم اس تقویٰ کے حصول کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں جس کا قرآن کریم کی آیت کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ اگر ہم اپنی زندگیوں کو اس طرح ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں تو یقیناً ہم شیطان سے مقابلے کے لیے بھی تیار ہیں اور شیطان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ پھر ہماری مدد بھی فرمائے گا اور شیطان کے ہر حملے کو ناکام و نامراد کرے گا۔ شیطان نے توفی زمانہ ہمیں ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر اس کے چنگل سے نکلنا ممکن نہیں اور خدا تعالیٰ کی مدد تقویٰ پر چلنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمانہ تو خاص طور پر شیطان کے

حملوں کا زمانہ ہے۔ اپنے تمام تر حیلوں اور مکروں اور ہتھیاروں سے شیطان حملے کر رہا ہے۔ ایسے خوفناک حملے ہیں کہ جس کی مثال پہلے نہیں ملتی تھی۔ پس ایسے حالات میں خدا تعالیٰ کی طرف خاص طور پر جھکنے کی ضرورت ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 21 صفحہ 216)

اللہ تعالیٰ ان نصائح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞